غار کا بُت

کرنل شفیق الرحمٰن

غار کا بت

شفیق الرحمن

بچپن میں گرمیوں کي تعطیلات کا سال بھر انتظار رہتا، اسکول تین مہینے کیلئے بند ہوتا تو والدین کے پاس جانے کا موقع ملتا۔
والد صاحب وسط ہند کے علاقے میں تعینات تھے چناچہ پنجاب سے کئي سو میل کا سفر طے کرکے میں والدین کے پاس پہنچتا، سي پي کا وہ علاقہ نہایت خوشنما تھا، جگہ جگہ شور مچاتي ہوئي ندیاں پھل دار درخت، طرح طرح ے پھولوں والے پودے اور چاروں طرف یرہالي ہي ہریالي۔
رنگ برنگے پرندوں قسم قسم کے جانور اور جھینگروں کے شور سے جنگل ہر وقت ہونجتے رہتے ان گھرے جنگلوں میں نہایت اونچے اونچے درخت تھے، ان کے نیچے چھوٹے درخٹ پھر نیچے جھاڑیاں اور ان سب پر گھني بیلیں چڑھي ہوئیں، اس طرح کہ وہاں سے گزرنا محال تھا۔
رم جھم رم جھم بارش ہوتي تو کئي روزنہ تمھتي، ہوا کا ہر جھونکا اپنے ساتھ ایک نئي خوشبو لاتا اور رات کو اتنے چمکتے کہ لالٹین کي ضرورت نہ پڑتي، لیکن جہاں اتني خوبصورتي تھي وہاں خطرہ بھي تھا ہري بھري پھولدار جھاڑیوں میں زہریلے کیڑے مکوڑے تھے اونچي قدم آدم گھاس میں سانپ، بچھو، کن کھجورے اور درختوں پر بڑي بڑي زہریلي۔

بچپن میں گرمیوں کي تعطیلات کا سال بھر انتظار رہتا، اسکول تین گھنے جنگل میں جتنے سائے متحرک ہوتے ہیں ان میں شیروں چیتوں اور ہاتھیوں کي پر چھائیں بھي ہوتیں ، اکثر سننے میں آتا صبح جو ڈاک کا ہر کرہ ندي کے پل پر ملا ھا، دوپھر کو اسے تیندو نے مار ڈالا، یا یہ م،کھیا جي نمبر دار کسي معاملے کي تشخیص کیلئے جارہے تھے کہ درندے نے انہیں زخمي کر دیا، سانپ تو تقریبا ہر جگہ تھے، گھاس میں پاني، صاف ستھرے میدان، پگڈنڈي پر مکان میں، یہاں تک بعض اوقات جب ہوا تیز چلتي تو کسي درخٹ سے سانپ گرتا۔

میں چھوٹا تھا اس لئیے میرا خاص خیال رکھاجاتا، باہر نکلتا تو گھٹنے تک
اونچے ربڑ کے جوتے پہنا کر کسي کے ہمراہ بھیجتے، مغرب کے بعد گھر
سے جانے کي ممانعت تھي، زیادہ وقت نھني بہن کے ہمراہ گھر کے باغیچے
میں گزرتا، ہم دن بھر تتلیاں پکڑتے گلدستے بناتے، پھل توڑتے، نہ اسکول کي
حاضري تھي، نہ استادوں کا ڈر۔
چھٹیاں تیزي سے گزرجاتیں پھر والدین سے سال بھر کیلئے جدا ہو کر طویل
سفر طے کرنا پڑتا۔
محکمہ انہار میں ہونے کي وجہ سے والد صاحب کو قصبوں شہروں سے دور
جنگلوں کیمپوں میں رہنا پڑتا، لیکن انہیں ایسي زندگي پسند تھي ورزش،
فوٹوگرافي اور خطرناک جانوروں کا شکار، ان کا محبوب مشغلہ تھا اور کھلي
ھوئي جگیہں بہت اچھي لگتي تھي، اپني بڑي ساري موٹر سائکل پر وہ گھوڑے
کي سواري کو ترجیح دیتے تھے، محکمہ جنگلات کے افسروں اور اپنے انجینر
ساتھیوں کے ساتھ وہ اکثر درندوں کے شکار کو جاتے اور کبھي کبھي شیرون
چیتوں کي کھالیں دوستوں کو بھیجي جاتیں۔
بعض اوقات جب وہ رات کو دویا تین بجے واپس آتے تو ہم منتظر ہوتے کہ
ضرور یہ کسي خطرناک واقعے کا ذکر کریں گے، لیکن وہ خاموش رہتے، ہم
حیوانوں کے متعلق پوچھتے تو ہمیشہ ایک فقرے سے ٹال دیتے جب تک انسان
جانوروں کو تنگ نہ کے وہ خود پہل نہیں کرتے، اور یہ کہ ہتھیار صرف آدم
خور درندوں پر استعمال کرنے چاھئیں۔

مقامي بشندے دبلے پتلے اور امن پسند تھے، ہر جگہ غربت تھي لیکن چوري
کي واردات بہت کم ہوتي تھي، شام کو تھلکے ہارے لوگ روشني کرکے گاتے
ناچتے تو سماں بندھ جاتا، شاید ان کے بھولپن نے انہیں بے حد و ہمي بنادیا تھا،
وہ بھوتوں، چڑیلوں، ارواح خبیثہ اور کالے جادو پر پوار اعتقاد رکھتے تھے،
اور ان سے اتنا ہي ڈرتے تھے، جتنا کہ جنگلي درندوں سے جو ہر وقت ان کے
گرد منڈلاتے رہتے ہیں ، دبائوں بیماریوں اور حادثوں کو وہ دیوی کي خفگي
سے منسوب کرتے اور باقاعدہ علاج کرانے کي بجائے مورتیوں کے سامنے
چڑھاوے پیش کرتے۔
ہمارے گھوڑے کا سائیں سناتا کہ ایک دفعہ کسي نوجوان نے شمشان میں کوڑا
کرکٹ ڈال دیا، وہ بامشکل وہاں سے باہ رنکلا ہوگا کسي ان دیکھي ہستي نے
اسے بھسم کرکے رکھ دیا، چپراسي بتاتا کہ ایک عورت نے دیوي کے سامنے
درخواست کرتے ہوئے منت ماني لیکن مراد برآنے پر اسے اپنا وعدہ یاد نہ رہا
دیوي نے سب کے سامنے اسے مفلوج کردیا۔
منشي جي سناتے ہیں کہ وہ اتفاق سے یونہي مذاق مذاق میں کسي دیوتا کي شان
میں گستاخانہ جملے کہہ بیٹھے اسي رات جب دوسرے گائوں جارہے تھے تو ان
کے پیچھے بلائیں لگ گئیں، خوش قسمتي سے ان کے ہاتھ میں جانوروں کو
ڈرانے کیلئے مشعل تھي، چونکہ بھوت پریت بھي آگ سے ڈرتے ہیں اسي لئیے

بلائیں انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں، انہوں نے ہمت کرکے کن انکھیوں سے
جھانکا، تین کالي کلوٹي بھیانک شبہیں ان کے پیچھے پیچھے چل رہي تھیں، اور
یہ تعاقب دیرتک جاري رہا، ایک جگہ تو مشعل بجھنے لگي لیکن انہوں نے
جلدي سے ایک موٹي سي ٹہني مشعل سے جلائي، آخر چبح کا جالا پھیلا تو
بلائیں غائب ہوئیں، اس پر انہوں نے توبہ کي آئندہ ایسي گستاخي کبھي نہیں
کریں گے۔
اس قسم کي کہانیاں سن سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ وہاں کا چپہ چپہ بھوت اور
پریت انسانوں پر کڑي نگراني رکھتے ہیں، جو کچھ بھي کہاجائے یا کیا جائے
وہ فورا ان تک پہنچ جاتا ہے، چناچہ اس موضوع پر میں خاموش رہتا، کیو ہوا
جو کبھي کبھار والد صاحبسے کچھ پوچھ لیا، لیکن انہیں خوف و ہراس سے
نفرت تھي اور پھر سائنس کي تعلیم نے انہیں واہمے اور قیاس آرائیوں سے دور
کر دیا تھا۔
انکا سمجھانے کا طریقہ بھي مختلف تھا، نہ وہ کسي خاص سبق پر زور ڈالتے،
نہ طویل لیکچر دیتے بس باتوں میں ریاضي اور سائنس کي مفید باتیں ذہن نشین
کرادیتے، شیشے کے گلاس کو نصف پاني سے بھر کر اس میں پنسل ڈبوئي،
پنسل ٹوٹي ہوئي دکھائي دینے لگي، تو بتایا آنکھوں کو جو کچھ نظر آتا ہے، وہ
اکثر صیح ہوتا ہے لیکن ہمیشہ نہیں۔
سلیٹ پر دولمبي متوازن لکیریں کھینچ کر ان پر ترچھے رخ میں چھوٹي چھٹي
لائنیں ڈالیں تو لمبي لکیریں بھي ترچھي معلوم ہونے لگیں، یہ نظر کا دھوکہ ہے
وہ بتاتے اور جب چھوٹي ترچھي لائنیں مٹادیتے تو لمبي سطریں دوبارہ متوازي
ہو جاتیں، پھر درمیاني لمبي انگلي شہادت کي انگلي پر کھینچ کر ان دونوں کے
بیچ میں کنکري رکھ دیتے، بالکل یوں لگتا جیسے ایک کے بجائے دو کنکریاں
چھوریا ہوں۔
کنکري ایک ہے لیکن ان دونوں انگلیوں کي نسیں مختلف ہیں، وہ
سمجھاتے۔دورندي کے کنارے دھوبي کپڑے دھوتا، پہلے کپڑا پتھر پر لگتا نظر
آتا اس کے بعد دھماکا بعد میں سنائي دیتا، قصور نہ آنکھوں کا ہے نہ کانوں کا،
روشني کي رفتار اور آواز کي رفتار میں فرق ہے تبھي مغالطہ ہوتا ہے، بڑے
ہوگئے تو ایسي ایس بے شمار باتیں سائنس کي کتابوں میں پڑھ ہو گے۔
ایک روز انہوں نےتھر ما میڑ دکھایا، نارمل ڈگري کي طرف اشارہ کرکے اسے
ذرا سا گرم کیاتو پارہ ایک سو پانچ تک جاپہنچا۔
اب اسےکسي بالکل تندرست آدمي کے منہ میں ایک منٹ رکھ کر اسے ایک سو
پانچ ڈگري دکھا دو، ذرا سي دیر میں وہ ہاتھ پائوں میں اینٹھیں سي محسوس
کرنے لگے گا، پھر تھرما میٹر گرم ہوگا اور پھر سچ مچ بخار چڑھ جائے گا۔
لیکن یہ بخار خوف سے چڑھے گا خوف انسان کا دشمن ہے جو اسکے
سوچنے، محسوس کرنے دیکھنے ہر حس پر اس طرح مسلط ہوجات ہے کہ
مجموعي سمجھ بوجھ میں توازن نہیں رہتا، لہذا خلاف معمول واقعات پڑ ڈرنے
یا پریشان ہونے کے بجائے انہیں اطمینان سے جانچ کر سائنٹیفک حل تلاش کرنا

چاہئیے، کیونکہ ہر غیر معمولي بات کي کوئي نہ کوئي وجہ ہوا کرتي ہے۔
جب میں سائیں چپراسي اور منشي جي کي سنائي ہوئي کہانیوں کا ذکر کرتا وہ بتاتے کہ اس علاقے میں جو اموات بھوتوں یا دیوتائوں سے منسوب کي جاتي ہیں، ان میں سے بیشتر ایسي بیماریوں سے ہوتي ہیں جنہیں مقامي لوگ نہ پہچانتے ہیں نہ انکا علاج کراتے ہیں گرمیوں میں اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص کو نہ جانے کیا دکھائي دے گیا، کہ وہ لمحوں میں ختم ہوگیا، در اصل ایسي دراصل ایسي موت یہاں سن سڑوک سےہوتي ہے، یہ سیدھے سادے ان پڑھ لوگ چیچک جیسي مہلک چیز کو دیوي سمجھ کر پوجتے ہیں اور خوشماد اسے ماتا کہتے ہیں۔

اسکول بند ہونے میں چند ہفتے باقي تھے کہ والد صاحب کا خط ملا جس میں انکے تبادلے کي خبر تھي، نئي جگہ پہلے کیمپ سے دور تھي، خط میں ٹرینوں کے اوقات درج تھے اور ان اسٹیشنوں کے نام بھي جہاں گاڑیاں تبدیل کرني تھیں۔
میں خوش ہوا کہ ایک نیا علاقہ دیکھوں گا، جہاں طرح طرح کے نظارے ہوں شاید وہاں کي تتلیاں اور پرندے اور قسم کے ہوں، پھل پھول بھي مختلف ہوں۔
چھٹیاں شروع ہوئیں اور میں روانہ ہوا، آخري اسٹیشن پر والد صاحب ملے تیس پینتیس میل کا سفر موٹر سے طے کیا جسے ایک ہٹا کٹا مظبوط شخص چلا رہا تھا وہ ہم سے پنجابي میں باتیں کر رہا تھا۔
نئي جگہ پہلے مقام سے بالکل مختلف تھي، ویران سے کیمپ کي بجائے یہ ایک آباد گائو تھا، جس میں جگہ جگہ پراني شاندار عمارتوں کے کھنڈر تھے اور کئي سہ منزلہ عمارتیں جو شکستہ حالت میں تھیں، ایک طرف بڑا سا پختہ تالاب تھا اور ساتھ کي پہاڑي پر ٹوٹا پھوٹا سا قلعہ جہاں سنگ سرخ کي سلوں کے بڑے بڑے ڈھیر تھے۔
گائوں سے فرلانگ پر ہمارا کشادہ اور اونچا مکان تھا جو کسي زمانے میں بہت نفیس ہوگا لیکن اب اسکي حالت خستہ تھي۔والد صاحب کے آنے پر مکان کي مرمت ہورہي تھي، مزدور سفیدي کرتے کرتے مکوں سے دیاواروںکو کوٹتے، گونج سي پیدا ہوتي تو وہ بتاتے کہ کمروں کي دیواریں کھوکھلي ہیں ان کے اندر راستے بنے ہوئے ہیں۔
ایک معمار بڑے سارے پتھي کو ہلانے کي کوشش کررہا تھا، تھوڑ سا سرکتا لیکن پھر واپس آجاتا، اس نے سب کو اکھٹیا کیا اور بتانے لگا، کہ اس پتھر کو ہلانے سے ضرور کوئي خفیہ دروازہ کھلتا ہوگا، اور یہ کہ یہاں جگہ جگہ دروازے پوشیدہ ہیں جن کے نیچے سیڑھیاں اور تہہ خانے ہیں ، یہاں سے اپاس جگہ دفینے بھي ضرور ہوں ہوگے کیونکہ یہ کبھي پنڈاروں کي خویلي تھي۔
پنڈاروں کا نام میں نے پہلي دفعہ سنا تھا، اسلئےکئي سوال پوچھے انہوں نے بتایا کہ تقریبا سو سال پہلے پنڈاروں نے اس علاقے میں تباہي مچارکھي تھي، یہ چوروں ٹھگوں، ڈاکوئوں کا ایک منظم گروہ تھا جو عوام کي جان و مال کا

دشمن تھا رقم کے لاچ میں وہ کہیں معصوم ہم سفرونکا گلا گھونتے تو کبھي کسي گائوں پر باقاعدہ ڈاکہ ڈالتے اور مال وصول کرنے کیلئے طرح طرح کي ایذائیں پہنچاتے، یہ مکان کسي زمانے میں انکا اڈہ رہا تھا، یہیں لوٹ مارکے پروگرام بنتے یہیں قیدیوں پر تشدد کیاجاتا اور اسي جگہ راگ رنگ کي محفلیں جمتیں، تبھي یہاں اب تک پرسرار آوازیں آتي ہیں، خصوصا اندھیري راتوں میں جب ہوا کے تیز جھکڑ چل رہے ہوں، جمگادڑیں اڑرھي ہوں الو بول رہے ہوں تو کبھي آہیں سسکیاں سنائي دیتے ہیں کبھي لوگوں کے آپس میں لڑنے جھگڑنے کئ آوازیں آتي ہیں اور تلواریں ٹکراتي ہیں کبھي کبھي سازوں کي جھنکار اور نغمے سنائي دیتے ہیں، پھر جیسے بہت سے آدمي سیڑھیوں پر چڑھتے اور اترتے ہیں۔
انہوں نے مجھے تسلي دي، یہاں عجیب عجیب باتیں ہو کریں گي، اگر اوپر کي منزل میں آگ کے شعلے نظر آئیں تو ڈرنا مت، اندھیرے میں کبھي دہماکہ کے سنائي دیں اور کبھي دبي دبي چیخیں تو گھبرانے کي ضرورت نہیں کیونکہ ہر چھٹي ساتیوں رات یہان کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے آہستہ آہستہ تم بھي عادي ہو جائو گے۔
اس روز میں بہت ڈرا اور پانے کھٹولے کو کھینچ کر والد صاحب کے پلنگ کے پاس لے آیا، امي کو یہ نئي جگہ پسند نہیں تھي، جب سے وہاں تبادلہ ہوا چھوٹي بہن لگاتار بیمار رنے لگي اور امي کو یہ پریشاني کن خواب نظرآیا کرتے۔
پھر ایک کمرے میں آیا کو کسني نا معلوم شے نہ ایسا دھکا دیا کہ منہ کے بل گري۔
حالانکہ نہ صرف وہ کمرہ خالي تھا بلک آس پاس کے کمروں میں کوئي نہیں تھا، مالن نے قسم کھا کر بتایا کہ گذشتہ رات اس نے تالاب میں ایک تھالي تیرتي دیکھي، تھالي میں چراغ جل رہا تھا پاس کٹا ہوا ناریل رکھا تھا اور اک چمکیلي چھري، یہ کالا جادو تھا، کوئي کسي کي جان کے درپے تھا۔
پھر پڑوس کے باغ میں دہاڑے ایک چیتا دیکھا گیا، مولسا دھار برش ہوئي تو یکا یک باورچي خانے کي دیوار دھڑام سے گري اور ساتھي ہي تانبے کي بڑي سي دیگ جسکا ڈھکن کھلتے ہي چاروں طرف سفید اور ضرد رنگ کے سکے اور چند زیور بکھر گئے۔
امي نے کہا یہ چیزیں منحوس ہیں اس لئے اسي وقت گائوں کے مکھیا کو بجھوادیں بعد مي منشي جي نے بتایا کہ انہوں نے زیورات میں چند انگوٹھیاں ایسي بھي دیکھي ہیں جو سوکھي ہوئي انگلیوں میں تھیں۔
والد صاحب دورے سے واپس آئے تو انہوں‌ے کسي قسم کے تعجب کا اظہار نہیں کیا، البتہ کہا کہ پرانے سکے اور زیور مکھیا کو جھیجنے کے بجائے کسي میوزیم کیلئے بھیجے جاتے تو بہتر تھا۔
جب میں نے معماروں سے سني ہوئي باتیں بتائیں، تو انہوں نے برسات کے موسم اور ہوائیں میں نمي کا ذکر کیا گیلي نمناک فضا میں آواز فضا میں آواز کي

گونج بڑھ جاتي ہے لہذا صيح اندازہ نہيں کيا جاسکتا کہ آواز کتنتي دور سے آرہيہے جس روز بارش ہوتيہے دور دور کي صدائيں يوں صاف سنائي ديتي ہيں جيسے بالکل قريب سے آرہي ہوں، اور پھر ہمارے مکان سے گائوں صرف ايک فرلانگ ہي تو ہے، رات کو وہاں سے گانے بجانے کي صدائيں بھي آسکتي ہيں، بچوں کے رونے کي، جانوروں کے ڈکرانے اور لوگوں کے جھگڑے کا شور بھي سنائي دے سکتاہے۔
ظاہر ہے کہ بارش کي رات کو يہ آوازيں دھوکے دے سکتي ہيں۔
پھر وہ واقع پيش آيا------
اس علاقے ميں جگہ جگہ ہفتہ وار ہاٹ بازار لگتے تھے، اس روز آس پاس کي چيزيں فروخت کرنے والے ايکمقررہ جگہ اکھٹے ہجاتےہيں جن سے گائوں والے ہفتے بھر کا راشن خريد ليتے۔
ہمارے دونوں ملازموں کو سير سپاٹے کا بڑا شوق تھا تبھي، ہ ہميشہ کسي دور کے ہاٹ ک چنتے تاکہ سارا دن باہر گزاريں۔
والد صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گئے ہوئے تھے، مجھے امیٔ سے ہاٹ پر جانےکي اجازر اس شرط پر ملي کہ سپ پہر سے پہلے واپس آجائوں گا۔
فاصلہ فقط چند ميل کا تھا جو کچھ لينا تھا دوپہر تک خريدليا پھر مداري کا تماشہ ديکھتے رہے جوگيوں کا گانا سنا، ايک باغ ميںآم اور جامن کھائيں حتے کہ شانم ہوگئي ميں نے انہيں کئي مرتبہ ياد دلايا کہ امي ميرا انتظار کر رہي ہوں گي، ليکن وہ کسي نہ کسي طرح ٹال ديتے معلوم ہوتا تا کہ کوئي خاص پروگرام ہے جس کے انتظار ميں وہ جان بوجھ کر وقت ضائع کر رہے ہيں۔
ميرے اصرار پر انہوں نے بتايا کہ اندھيرا ہو چکنے کے بعد يہاں سے قريب ہي ايک رسم ادا کي جائے گي، جو ديکھنے سےتعلق رکھتي ہے، اس علاقے ميں بہت کم ہي لوگ ايسےہوں گے جنہوں نے اسکا مشاہدہ کيا ہوگا کيونکہ اس قسم کے واقعات کبھي کبھار ہي ہوتے ہيں اس لئے يہ تماشہ ديکھے بغير نہيں جانا چاھئي، پھر ہم عشا تک گھر پہنچ جائيں گے اور بہانہ بناديں گے کہ بارش کي وجہ سے ندياں چڑھ آئي تھيں۔
ميں نے پوچھا کہ وہاں کيا ہوگا، وہ کہنے لگے کہ اگر پہلے سنا ديا تو سارا لطف جاتا رہے گا، خود ديکھ لينا۔

مغرب کے بعد ہم روانہ ہوئے اور ياک بل کھاتي ہوئي پگپڈنڈي پر چلتے چلتے پہاڑي کے دامن ميں رک گئے۔
وہ جگہ ہے، انہوں نے چند درختوںکي طرف اشارہ کيا جو دو پہاڑيوں کے بيچ ميں تھي، چاروں طرف تاريکي تھي، سوائے ان درختوں کے جہاں ايک لالٹين جل رہي تھي جس کے گرد بيس بائيس ديہاتي چپ چاپ بيٹھے چلم پي رہے تھے۔
ہم جھاڑيوں کي اوٹ ميں آگے بڑھے اوپر کے پتھروں پر بيٹھ گئے، لگاتار خاموشي اور اندھيرے سے وحشت سي ہونے لگي، ملازموں نے سرگوشي کي

بس اب ذرا سي دير ہے جہاں ہم بيٹھے ہيں، اس کے نيچے ايک غار کا منہ ہے
جس کے اندر بہت بڑا بت ہے، کالي ديوي کا ہے جس سے سب خوف کھاتے
ہيں، يہ لوگ ج سامنے بيٹھے ہيں پڑوس کے گائوں سے آئے ہيں، ابھي ايک
مجرم يہاں لايا جائےگا، جس پر يہ شبہ ہے کہ اس نے اپنے ساتھيوں سے
غداري کي ہے اسے ايک چراغ ديں گے جس ميں اتنا تيل ہوگا جو آدھي رات
تک جل سکے گا، اسے گار کے اندر اکيلے جانا ہوگا، اور ديوي کے سامنے
آدھي رات تک رہنا ہوگا، ليکن اگر وہ معصوم ہوا تو ديوي اسے کچھ نہيں کہے
گي، تب يہ سب لوگ اسے معاف کرديں گے، ليکن اگر وہ قصور وار ہوا تو
ديوي اسے تہس نہس کر دےگي۔
کچھ دير بعد آہٹ سي ہوئي، دو آدمي ايک نوجان کو گھيسٹتے ہوئے لائے ، غار
کے سامنے اس کے ہاتھ سے بندھي ہوئي رسي کھول دي گئي، چراغ روشن کيا
گيا اور اسکے ہاتھ ميں تھماکر اسے غار ميں دکھيل ديا گيا، غار کا منہ کشادہ
نہيں تھا اسے جھک کر جانا پڑا۔

ميں نے پوچھا کہ کيا غار اتنا ہي تنگ ہے؟ ليکن ملازموں نے مجھے خاموش
کراديا، اور کان ميں بولے کہ ايک دفعہ اندر پہنچ ہجائو تو غار ميں کافي جگہ
ہے، ديوي کا بت ہاتھي جتنا بڑا ہے۔
ہم کافي اونچي جگہ پر تھے اور بالکل چھپئے بيٹھے تھے، غار کا منہ ہم سے
قريب تھا ہر طرف سکوت طاري تھا، ايک منٹ گزرا، دوسرا تيسرا، چوھتا،
پانچواں غار کے اندر خاموشي تھي،
تو اندر پہنچ چکا ہے؟ دفعتاباہر والوں ميں سے ايک شخص چلايا۔
ہاں غار ميں سے آواز آئي۔
چراغ جل رہا ہے؟
ہاں۔
ديوي نظر آرہي ہے؟
ہاں
چھا تو ہم غار کا منہ بند کرنے لگے ہيں؟
وہ دو بڑي ٹہنياں گھسيٹ کر لايا اور غار کا راستہ روک ديا۔
ايک اور شخص نے آگے بڑھ کر نعرہ لگايا ہميں يقين ہےکہ تو ديوي کي طرف
پيٹھ کئے ايک کونےميں چھپا ہوا ہے ، بزدل کہيں کا، ہمت ہے تو ديوي کي
آنکھوں ميں آنکھيں ڈالکر اس کے سامنے جا۔
اندر سے کوئي جواب نہيں آيا۔
اگتو ديوي کے پاس نہيں گيا تو وہ خود تيرے پاس آجائے گي۔
کچھ دير کے بعد اندر سے آواز آئي، اس کي لال ال زباں ابھي ہلي ہے، وہ
مجھے گھو رہھي ہے۔
غار ميں سے آواز کبھي گونجتي دارسي اور کبھي مدہم سي، کوئي فقرہ سمجھ
ميں آتا کوئي نہيں،آگے بڑھکر بتا تونے کچھنہيں کيا، باہر کا آدمي چلايا۔

ابھي ابھي اس کي آنکھیں جھپکي ہیں، اس کے بازو بھي ہلے ہیں یہ پھر کي نہیں ہے اس میں تو جان ہے۔
اس سے کہہ کہ تو بے قصور ہے۔
مجھ سے کیسي بھي قسم لے لو۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔مجھے باہر نکال کر جو بھي سزا چاہو دے دینا لیکن یہاں بند نہ رکھو۔۔۔۔
تجھے آدھي رات تک اندر رہنا ہوگا۔۔۔
عمر بھر تمہاراغلام بن کر ہو گا۔۔جو حکم دو گے مانوں گا۔۔۔ بس یہاں سے نکلا لو۔۔۔میں ابھي زندہ ہوں۔۔۔وھمیري طرف آرہي ہے۔
دہشت زدہ آواز میں وہ التجا کرتا رہا۔
میں نے ملازموں سے کہا کہ اس بے چارے کي مدد کرني چاھئیے وہ چپکے سے بولے کہ ہم مجبور ہیں، اگر ہم نے ذرا بھي کوشش کي تو یہ یہ سارا گروہ ہمارے پیچھے لگ جائےگا۔
غار کے قیدي پر ہذیان کي کیفیت طاري ہوچکي تھي۔
تم سب میرے بزرگ ہو۔میرے عزیز ہو۔۔۔۔مجھے باہر نکال کر زہر دے دوں ۔۔۔بھوکا ماردینا۔۔۔اس کے بزو میرے طرف بڑھ رہے ہیں، ۔وہ میري طرف آرہي ہے۔۔۔
اور میں نے ملازمین سے کہہ دیاکہ اگر انہوںے فورا کچھ نہ کیا تو گھر پہنچ کر یہ سب کچھ بتا دوگا۔
لیکن ہم کیا کرسکتےہیں؟
فورا مجھے پہلوان کا خیال آگیا، اسي وقت جاکر پہلوان کو لے آئو۔
شام کو ہم پہلوان سے ہاٹ میں ملے تھے، یہ ہي ڈرائیور تھا جو والد صاحب کو اور مجھے اسٹیشن سے لایا تھا، بڑا طاقتور اور دلیر آدمي تھا، پہلواني کے علاوہ اسے لاٹھي چلانے میں بھي مہارت حاصل تھي، بڑا منہ زور اور اکھڑ تھا، والد صاحب سے ملنے اکثر آیا کرتا تھا، وہاں سب اس سے ڈرتے تھے۔
پہلوان مٹھائي والے کي دکان پر ہوگا اگر دوڑتے ہوئے گئے تو مل جائےگا، میں نے اصرار کیا۔
ملازم جو مقامي باشندے تھے ہچکچانے لگے ، میں نے دوبارہ دھمکي دي کہ والد صاحب کو بتا دونگا، آخر ان میں سے ایک اٹھا اور چپکے سے نکل گیا۔
نہجانے کیوں مجھے یقین سا ہوگیا تھا کہ اگر پہلوان آگیا تو سب کچھ درست ہوجائےگا۔
غار سے مدھم سي آواز آئي، میرے پائوں زمین میں دھین گئےہیں میں ہل نہیں سکتا ہوں کچھ مدد کرسکتے ہو۔
اسکے بعد کوئي صدا سنائي نہیں دي۔
چاروں طرف مکمل خاموشي تھي، درخت چپ چاپ کھڑے تھے، ہوا ساکن تھي، جھینگر تک خاموش تھے۔
ایک ایک لمحہ طویل ہوت اگیا، سکوت اور گہرا ہوگیا حتي کہ سب چیزیں بےجان معلوم ہونے لگیں، اور وہ سارا منظر جیسے بھیانک خواب میں تبدیل

ہوگیا۔
جیسے صدیاں گزرگئیں اور پتہ تک نہ ہلا۔
آخر ایک سمت میں کھڑکا ہوا، ٹارچ کي روشني اور بھاري قدموں کي آہٹ معلوم ہوئي کہ کوئي آرہا ہے، پہلوان پہنچ گیا تھا۔
وہ ہمارے قریب سے گزرا، اسک ہاتھ میں لٹھ تھا اور چہرے پر غصے کے آثار۔
وہ ان سب کو بےتحاشہ گالیاں دے رہا تھا سیدھا ان کي طرف لپکا اور ان پر لاٹھي مکوں اور ٹھوکروں سے پل پڑا۔
پہلوان آگیا دوڑو یہاں سے-----نعرہ لگا اور بھاگڑ پڑگئي۔
اس نے غار کے منہ سے ٹہنیاں کھینچیں اور اند چلا گیا، غار کے بے ہوش قیدي کو کندھوں پر لاد کر تاریکي میں غائب ہوگیا۔
گھر پہنچ کر میں نے موسلا دھار بارش اور چڑھي ندي کا بہانہ کردیا اور کچھ نہ بتایا۔
اگلے روز ملازموں سے معلون ہوا کہ پہلوان اس غریب کو کندھے پر اٹھا کر گائوں لے گیا پھر موٹر میں لٹا کر قصبے کے اسپتال میں پہنچا جہاں ڈاکڑ نے یقین دلایا ہے کہ یہ بچ جائے گا، پہلوان نے پولیس کو بھي رپورٹ کردي۔
والد صاحبکو شاید پہلوان نے بتا دیا، اگرچہ انہوں نے مجھس ےس کچھ نہیں کہا لیکن اس کے بعد جب کبھي دورے یا شکار پر جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے۔
ایک روز ہم اسي غار کے قریب سے گزر میں ٹکٹکي باندہے غار کے منہ کو دیکھ رہا تھا، وہ بھانپ گئے اور کہنے لگے کہ ایسے ہي کئي بتوں والے غار اس علاقے میں ہیں، مختلف مذہبي طبقوں کے لوگ طرح طرہ کي مورتیوں کو پوجتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، ان ہي میں کچھ اسیے غار بھي ہیں جن میں پنڈاریوں کي دیوي کے بت ہیں، پنڈاریوں نے وسط ہند کے سارے علاقے میں طوفان بپا کیا ہوا تھا، مغلوں کے زوال کے بعد افرا تفري کے زمانے میں جتنے چور،اچکے، ڈاکو اور ٹھگ آئے ان میں سب سے ظالم اور سنفدل پنڈارے تھے جو کالي دیو کے نام پر معصول لوگوں کو لوٹنے کیلئے قتل کیا کرتے تھے، ان دنوں ہرا راجہ اور نواب کي اپني ذاتي فوج ہواکرتي تھي، چناچہ جس شخص کا جي چاہتا اپني پسند کي وردي پہن لیتا، یہ پتہ چلانا مشکل ہوجاتا وہ واقعي سپاہي ہے یا نہیں۔
کبھي پنڈارے اپنے آپ کو سپاہي ظاہر کرنے کیلئے وردي پہن لیتے کبھي سیدہے سادے راھگیروں کا روپ بھرتے اور کبھي مالدا مہاجن بن جاتے، مقصد صرف ایک ہوتا کسي طرح معصوم مسافروں سے واقفیت کرکے ان کے ساتھ ہولیں، پھر ایک منظم سازش کے تحت موقہ پاکر درختوں کے جھنڈ میں یا کسي ندي کے کنارے جہاں قبرین پہلے سے کھود دي جاچکي ہوتیں، وہاں آنا فانا اپنے ساتھي مسافرکا گلا گھونٹ ڈالتے انکا ہتھیار معمولي سا رومال ہوتا جسکے ایک کونے پر سکہ باندھتے، اپنے شکار کي پشت سے رومال کو اس استادي سے گھاتے کہ سکے والا کونا گردن کو لپیٹت ہوا گھوم کر واپس آجاتا ہے اور

رومال کے دونوں کونے کھینچ کر گلا دبا دیاجاتا، یہ کاروائي چشم زون میں ختم ہوجاتي۔
یا پھر پنڈارے اپنے کسي سردار کي کمان میں گائوں یا قصبے پر باقاعدہ عملہ کرتے، محاصرے کے بعد ایک ایک کو پکڑ کے اور ایذائیں دے کر ان کي ساري پونجھي وصول کي جاتي، ان دنوں سفر کرن ابھي خطرناک تھا اور اس علاقے میں کہہ رکنا بھي مشکل تھا۔۔ آخر پچھلي سدي میں انگریزوں نے ان کے خلاف مہم شروع کردي اور انہیں بالکل ختم کردیا، تب کہیں لوگوں کو نجات ملي۔پنڈارے جاچکے ہیں، لیکن ان کي نشانیاں باقي ہیں۔۔۔کالي کے بت عجیب عجیب رسمیں اور وہ گروہ جو ایسي رسموں پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔۔غالبا اس غار میں بھي کالي کي مورتي ہوگي، صدیوں سے انسان بتوں کو پوجتا چلا آیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ پرستش فقط صرف ایک ہستي کیلئے روا ہے۔۔ اور وہ ہے اس خالق کي ذات، باقي سب وہم ہے انسان کے ذہني انتشار نے لاتعداد ہیولے بنا کھڑے کردئیے، اور انہیں چرف وہ لوگ مانتے تھے جو اس قسم کي چیزوں کے ماننے کے خواہشمند ہوں، پنڈاروں نے کالي کو اس لئے چنا کہ وہ ان کے مقصد کیلئے موزوں ترین بھي، اگر وہ کالي کو بھي نہ مانتے بھي اتنے ہي ظالم رہتے۔

امي برابر اصرا کرتي رہي کہ اس منحوس مکان کو چھوڑ دیں۔
ایک رات آیا نے دو تاریک سائے دیکھے جو ایک اور سائے کو کندھوں پر اٹھائےچل رہے تھے۔
گودام کي صفائي کراتے وقت دو چھوٹي چھوٹی ڈرائوني سي مورتیاں ملیں، امي کے کہنے پر انہیں زمیں میں دباوادیا گیا، پھر اوپر کي منزل میں آگ لگ گئي، جسے مشکل سے بجھایا گیا، آگ لگنے کي وجہ معلوم نہیں ہوسکي، نہ آس پاس کوئي آدمي تھا اور اس وقت تیز بارش ہو رہي تھي۔
آخر والد صاحب نے وہ مکان چھوڑ دیا اور ہم کیمپ میں چلئے گئے، چلتے وقت مکھیا کي بیوي ملنے آئي اور امي کو بتایا کہ ہم سے پہلے جو کنبہ اس مکان میں رہتا تھا انکا اکلوتا بچہ ان چھوٹ چھوٹي مورتیوں سے کھیل اکرتا تھا، ایک روز نہ جانے اس سے کیا غلطي ہوگئي، کہ کسي نا معلوم چیز نے اسے لہولہان کردیا۔
مجھے خوشي ہے کہ آپ اپنے بچے صیح سلامت لے کر جارہي ہیں، وہ بولي۔
والد صاحب پنجاب کے تبادلے کیلئے دیر سے کوشش کر رہے تھے آخر وسط ہند کي سترہ سالہ ملازمت کے بعد وہ پنجاب میں آگئے۔
عرصے تک وہ علاقے اور وہاں کي باتین ہمیں یاد رہین، پھر آہستہ آہستہ یادیں دھندلي پڑنے لگیں۔
ڈاکڑي تعلیم نے سي پي کے بھوت پریت بھلادئیے لیکن وہ غار کا واقعہ یاد رہا، خاص طور پر کسي طاروں طرف س گھري ہوئي بند جگہ میں تو اکثر یاد آجاتا، پڑھائي کے سلسلے میں سکاٹ لینڈ گیا تو کوئلے کي کانوں میں جانا پڑا، نیچے

اترتے ہي غار کا خيال آگيا، اور ميں بہانہ بنا کر باہر نکل آيا۔

اسي طرح سمندري جہاز کا چھوٹا کيبن، کسي مکان کا تہہ خانہ چھوٹے ہوائي جہاز کا سفر، اس قسم کي گھٹي ہوئي جگہيں وہ سانحہ ياد دلاتيں، قاہرہ ميں احرام ديکھتے ہوئے جب جھک کر اس تنگ سرنگ ميں داخل ہوا اور فرعون کے مدفن کي چھوٹي سي کوٹھڑي ميں پہنچا تو فورا غار کے قيدي کي آواز کان ميں گونجنے لگي۔
پھر اتفاق سے ايک فوجي کورس پر سي پي جانے کا موقعہ ملا۔
اس غار کو ديکھنے کا تجسس مجھے اسي گائوں کي طرف لے گيا، جو ٹريننگ سينڑ سے دور نہيں تھا۔
اپنے ساتھيوں سے پرانے واقعات کا ذکر کيا تو وہ خوب ہنسے خصوصا انجينر جو عمارتيں ڈيزائن کرتا تھا اور رسالے کا ايک تجربہ کار افسر جو حال ہي ميں برما کے محاذ سے واپس آيا تھا اور وہاں لاتعداد ڈرائني مورتياں ديکھ چکا تھا۔
آخر ميں نے دونوں کو مجبور کرديا کہ کہ پک نک کيلئے وہاں چلئيں۔ اتوار کے ساتھ سنيچر کي آدي چھٹي ملا کر ہم روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر ديکھا کہ ہمارا سہ منزلہ مکان کبھيکا گر چکا ہے، گائوں ميں پرانے ملازموں کو تلاش کيا ليکن کسي کا پتہ نہ چل سکا۔
مکھيا کا انتقال ہوچکا تھا، اس کے لڑکے کو غار کے متعلق علم نہيں تھا، ليکن وہ ہمارے ساتھ ہوليا۔
ہم بل کھاتي ہوئي پگڈنڈي سے ان جاني پہچاني پہاڑيوں ميں جاپہنچے۔
انجينر نے چراغ جلا کر ہاتھ ميں ليا، اس کے پيچھے پيچھے ہم اندھيرے غار کے منہ ميں جھک کر داخل ہوئے۔
دس بارہ قدم چلنے کے بعد غار کي چھت اونچي ہوتي گئي۔

اندر مکمل تاريکي تھي اورسوائے اس راستے کہ جس سے ہم آئے ھے کوئي روزون نہيں تھا۔
آہستہ آہستہ اندھيرا کم ہونے لگا اور آنکھوں کو صاف دکھائي دينے لگا۔
ہاتھي جتنا بت ہمارے سامنے تھا۔
اس کي ابلتي ہوئي سرخ آنکھيں ہميں گھور رہي تھيں، لال زبان جبڑوں سے باہر لٹک رہي تھي، اور طويل بازوں يوں پھيلے ہوئے تھے جيسے ابھي کسي کو دبوچ لے گي اور ميں سوچ رہاتھا کہ جو کچھ بچپن ميں يہاں سنا تھا وہ اپني نوعيت کا پہلا واقعہ ہرگز نہيں ہوسکتا، اس سے پہلے اور غالبا اس کے بعد بھي کئي بے گناہوں کو بے گناہي ثابت کرنے کيلئے اس غار ميں لايا گيا ہوگا۔
اس گيلے گيلے بند اور تاريک مقام ميں کئي گھنٹے ٹھرنا پڑے تو بت کے خوف کے علاوہ شايد ديگر عناصر بھي اثر ڈاليں۔
تازہ ہوا کي کمي جلتے ہوئے چراغ کا جمع ہوتا ہوا دھواں۔-کاربن ڈائي آکسائڈ جيسي گيسيں -۔ناکردھ اور کردہ خطائوں کا احساس-۔-اور ان جانے نتائج کا خوف ۔-۔-۔انکے علاوہ فوق الفطرت قوتوں کا وہم-۔- يہ سب حواس پر اثر ڈالتے ہوں

گے، یکا یک انجینر نے خوشي کا نعرہ لگایا۔وہ دیکھو اس کي آنکھیں حرکت کر رہي ہے
اس نے چراغ میرے ہاتھ میں تھمادیا اور بائیں طرف ہٹنے کو کہا۔
جب میں بائیں رخ چلا تو دیوي کي آنکھیں واقعي دو مرتبہ جھپکیں۔
آنکھوں کو کسي خاص پتھر اور کاریگروں نے انہیں ایسي مہارت سےتراشا ہے کہ اگر روشني کے منبع کو ادھر سے ادھر ہلایا جائے تو منعکس ہوتے ہوئے روشني مچلنے لگتي ہے اور یوں معلوم ہتا ہے جیسے آنکھیں جھپکي ہوں، یہ نظر کا دھوکہ ہے اور بڑي استادي سے ساخت کیا گیا ہے۔

انجنیر نے میرے ہاتہ سے چراغ لے لیا، چند قدم آگے بڑھ کر پیچھے ہٹا، پھر ترچھے رخ میں یہ ہي عمل دوہرایا۔
یہ دیکھا؟ یہاں چراگ لئے کھڑے ہو تو بت کے نچلے دو بازو نظر آتے ہیں، اس طرف ہٹو تو روشني اوپر کے بازوئوں سے منعکس ہوتي ہے، اس طرف جائو تو چرف درمیان کے بازو چمکتے ہیں، یعني ہر جگہ سے بزئوں کي ایک جوڑي نظر آسکتي ہے لیکن چراگ کو ذرا ہتائو تو فورا اس کي جگہ دوسري جوڑي سامنے آجاتي ہے، پھر تیسري، غار میں جنبش کرنے والا محتاط نہ ہو تو یہ ہي سمجھے گا کہ بازو ہل رہے ہیں----کاریگري کا کمال-------
چراغ کا دھوا اکھٹا ہو رہا تھا، ہوا کے اخراج نہ ہنے کي وجہ سے غار کي ہوا بوجھل ہوتي جارہي تھي، اور ہم چاروں چپ چاپ کھڑے تھے---رسالے کا جہاندیدہ افسر جو ذرا دي رپہلے قہقہے لگا رہا تھا۔-انجنئیر جس نے ابھي ابي نہایت ٹھوس سائنٹفک دلائل پیش کئے تھے----مکھیا کا لڑکا جو شاید یہاں دوبارہ آئےگا--- اور میں جس کا تجسس جوں کو توں تھا، ہم ہوں خاموش اور مودبانہ کھڑے تھے جیسے کسي نا معلوم طاقت نے ہمیں باندھ کر رکھا ہوا ہے۔
وقت گزرگیا، آہستہ آہستہ یون لگا جیسے وہي بت پہلے سے دگنا ہوگیا پھر تگنا ہوگیا اس کي سرخ آنکھیں باہر نکل آئیں، اس کے بازو ہماري طرف بڑھنے لگے۔
پھر یوں محسوس ہا جیسے سانس گھٹ رھا ہو، آنکھوں کے سامنے دھند سي چھانے لگي۔
جنبش کرني چاہي تو جیسے قدم زمین میں دھنسے ہوئے تھے۔
دفعتا یوں لگا کہ ہم میں کوئي بھي ہل نہیں سکتا۔
پھر کچھ گھٹي ہوئي سي آواز آئي-----خدا کیلئے مجھے باہر نکالو---

دُعاگو

شاہدریاض

shahid.riaz@gmail.com